ہارر سیریز

محمد شعیب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

آدھا گدھا

محمد شعیب

چوتھی کہانی

آج جب وہ آفس میں داخل ہوئی تو اسے کچھ عجیب سا لگا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ ہاتھ سے ہاتھ بھی سجھائی دینے سے قاصر تھا۔ وہ دھیمے قدموں کے ساتھ تقریباً اندازے سے چلتے ہوئے سوئچ کی طرف آئی۔ اُس نے جیسے ہی لائٹ آن کی تو اسے ایک دھچکا لگا۔ سب چیزیں بکھری پڑی ہیں۔ فائلیں الماری کی بجائے زمین پر پڑی تھیں۔ ٹیبل پر رکھے ڈیکوریشن پیس بھی زمین پر آن گرے۔ وہ ہونقوں انہیں دیکھے لگی۔ اس کی اوپر کی سانسیں اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔

''یہ آفس کی حالت کس نے کی؟'' اس نے زیر لب کہا اور پھر جب حواس بحال ہوئے تو آگے بڑھ کر اس نے چیزیں سمیٹنا شروع کر دیں۔ سب سے پہلے اس نے زمین پر بکھری فائلیں اٹھا کر الماری میں رکھیں، بعد میں وہ ٹیبل کی طرف بڑھی۔ فقط پندرہ منٹ میں وہ آفس کو بیٹھنے کے قابل بنا چکی تھی۔ اب بس دائیں طرف کی الماری باقی تھی۔ وہ اس طرف بڑھی۔ وہاں کئی شیشے کی بوتلیں بکھری پڑی تھیں۔ اس نے بنا سوچے سمجھے ان بوتلوں کو اتھل پتھل کرنا شروع کر دیا۔ انجام سے بے خبر وہ انہیں سیدھا کر کے رکھتی جا رہی تھی۔

''عالیہ۔۔۔'' ایک کراخت آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ بری طرح چونک گئی اور ہاتھوں میں موجود بوتل نیچے گر کر ٹوٹ گئی۔ بوتل کے گرنے کی دیر تھی کہ ہر طرف سے دھوئیں کے بادل اٹھنے لگے۔

''پاگل لڑکی۔۔ یہ کیا کیا تم نے؟'' توقیر کی غضب ناک آواز دھوئیں کو چیرتی ہوئی اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ جیسے ہی دھوئیں کے بادل چھٹے تو عالیہ کی سانس اٹکنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے جیسے باہر ہی نکلنے لگے تھے۔ سامنے ایک وحشت ناک عفریت اپنا بھدا سا منہ کھولے اس کو نوالہ بنانے کو تیار تھی۔ اس کی بدبودار سانسوں کی حدت عالیہ کو ایک فاصلے سے ہی محسوس ہو رہی تھیں۔ اگرچہ اس نے کئی ہارر فلموں میں اس قسم کی عفریتیں دیکھی تھیں مگر زندگی میں پہلی بار اپنی آنکھوں سے ایسی ڈراؤنی شے کو دیکھ کر اس کے حواس باختہ ہو گئے اور اسے بے ہوش ہونے میں لمحہ بھی نہ لگا۔ اس عفریت نے جیسے ہی عالیہ پر حملہ کرنا چاہا تو توقیر نے ایک وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ وہ پہلے بھی اس سے لڑ چکا تھا لہذا زیادہ تنگ دو نہ کرنی پڑی۔ اب وہ عالیہ کی طرف بڑھا تو

اسے زمین پر بے سود بے ہوش پایا۔ اپنی بانہوں میں اٹھا کر اس نے عالیہ کو کرسی پر بٹھایا اور پانی کے چند چھینٹے چہرے پر پھینکے۔

''سس سر۔۔۔وہ عفریت۔۔''وہ ہڑبڑاتے ہوئے اٹھی تھی۔

''ریلکس۔۔اسے میں نے دوبارہ شیشی میں قید کر دیا ہے۔''توقیر نے جواب دیا تو اس کی جان میں جان آئی مگر اس کی سانسیں اب بھی بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے وہ ہیبت ناک منظر اب بھی کسی فلم کی ریل کی طرح چل رہا تھا۔

''تمہیں کس نے کہا تھا ان شیشیوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرنے کو۔۔بتاؤ؟''ابھی وہ صحیح سے سنبھلی بھی نہ تھی کہ توقیر کی کرخت آواز نے اس پر ایک ضرب لگائی۔

''وہ۔۔سر۔۔سب شیشیاں بکھری پڑی تھیں۔۔''اس نے ہکلاتے ہوئے جواز بتانے کی کوشش کی

''تو۔۔تم نے سوچا کہ تم انہیں صحیح سے رکھ دو۔۔''توقیر نے طنزیہ کہا جس پر عالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ توقیر مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے وہ زرا دھیمے لہجے میں گویا ہوا

''آئندہ کبھی کسی شے کو میری اجازت کے بغیر تم نے چھونے کی غلطی بھی نہیں کرنی سمجھی تم۔۔ورنہ میرے آفس میں آنے کی جرات نہ کرنا۔''اس نے تنبیہ کی تو اس نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ توقیر نے بھی اسے آخری چانس دیتے ہوئے معاف کر دیا اور اپنے رولنگ چیئر کی طرف بڑھتے ہوئے فائلوں کو ٹٹولا۔ سب چیزیں اپنی جگہ پر تھیں۔

''ویسے کام اچھا کرتی ہو تم۔۔۔''عالیہ کے کام کی نفاست دیکھ کر اُس سے تعریف کئے بغیر رہا نہ گیا۔ جس پر وہ ہلکا سا مسکرا دی مگر اس کا ذہن ابھی تک اس عفریت میں محو تھا۔

''سر۔۔اتنا خوفناک جانور۔۔کیا تھا وہ؟''اس نے خیالوں کی دنیا میں محو سوال کیا تھا

''وہ۔۔وہ تھا آدھا گدھا۔۔''توقیر نے ایسے بتایا جیسے کوئی معمولی بات ہو۔

''کک کیا؟؟ آدھا گدھا؟ ویسے دھڑ تو اس کا گدھے جیسا ہی تھا مگر۔۔۔''وہ ابھی تک اس عفریت کی وحشت محسوس کر سکتی تھی۔

''چہرہ کسی جلی ہوئی ممی کی طرح۔۔۔''توقیر نے عالیہ کے ادھورے جملے کو مکمل کیا تو عالیہ سے اپنا تھوک بھی نگلا نہ گیا۔ اسے اپنا سانس کانٹوں میں اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔

''تو سر اس آدھے گدھے کی کیا کہانی ہے؟ کیا آپ بتائیں گے مجھے؟''اس نے بڑی مشکل سے الفاظ ادا کئے تھے

''میں تو سنا دوں گا مگر شاید تم ابھی سن نہ سکو۔ پہلے ہی تم پر خوف نے اپنا تاثر جمایا ہوا ہے۔۔''توقیر نے گہری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تھا جس پر اس نے معجل اپنے حواس کو مجتمع کیا اور بالوں کو سیدھا کرتے ہوئے اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ ہاتھوں میں قلم کاغذ

پکڑے اور کہانی سننے کے لئے تیار ہو گئی۔ توقیر نے عالیہ کو یوں سنبھلتے دیکھا تو مسکرائے بغیر رہ نہ سکا اور رولنگ چیئر سے اٹھتے ہوئے اس نے ریڈ کلر کی فائل کو اٹھایا اور اپنی کہانی سنانا شروع کی۔

☆ ☆ ☆

شام نگر شہر سے سو کلو میٹر دور مشرق کی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں بمشکل ہزار کے قریب نفوس رہتے ہونگے۔ سب کے دل آئینے کی طرح صاف و شفاف تھے۔ کوئی میل، کوئی رنج ان کے سینوں میں نہ تھا۔ مشکل کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے والے، ایک دوسرے کی خاطر اپنی جان تک قربان کر دینے کے لئے تیار، ان گاؤں والوں کی خصلت تھی۔ نمود و نمائش سے کوسوں دور، سادگی کے لبادے میں لپٹی ان کی زندگانی اپنے شب و روز مکمل کر رہی تھی۔ ہر طرف خوشیوں کا عالم تھا مگر ان گاؤں والوں میں بس ایک کمی تھی۔ ان کی مہربانیاں فقط اپنے گاؤں کے باسیوں تک محدود تھیں۔ کوئی اجنبی، یا پھر مسافر ان کے سامنے مر بھی رہا ہوتا تو وہ اس کو پانی تک کا بھی نہیں پوچھتے تھے۔ بس یہی نقص اس گاؤں پر عذاب بن کر نازل ہوا۔

وہ سردیوں کے دن تھے جب ایک اجنبی اس گاؤں میں داخل ہوا۔ دیکھنے میں وہ ایک ادھیڑ عمر شخص تھا۔ لمبے لمبے ژولیدہ مو (الجھے ہوئے بال) کا حامل شخص کسی کو ایک آنکھ نہ بھایا مگر وہ سب اپنی عادت سے مجبور تھے۔ کسی نے اس شخص سے نہ کوئی بات کی اور نہ ہی اس کے آنے کا سبب پوچھا۔ سب اپنے کاموں میں مصروف رہے۔ وہ ادھیڑ عمر شخص گاؤں کے چٹیل میدان میں ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگا۔ رات گئے اس کی جھونپڑی سے آگ کے شعلے بلند ہوتے جو اس کی مشکوک سرگرمیوں کی نشاندہی کر رہے تھے مگر چونکہ سردیوں کے دن تھے۔ سب یہی سمجھے کہ شاید مارے سردی کے وہ آگ جلاتا ہوگا مگر اندر کیا چل رہا تھا، کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ روز و شب گزرتے گئے۔ وہ شخص وہیں بسیرا کر چکا تھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ کوئی اجنبی اس گاؤں میں ایک ماہ سے زیادہ کا بسیرا کر چکا تھا۔ گاؤں والوں کو یہ بات کھٹکی مگر کسی نے جا کر اُس سے کوئی بات نہ کی۔ سردیاں اب اپنے اختتام پر تھیں۔ گرمیوں کی آمد آمد تھی لیکن اس شخص کی جھونپڑی سے راتوں کو آگ کے شعلے نکلنا بند نہ ہوئے۔

ایک رات نعیم کے گھر کی دیوار اچانک زمین بوس ہو گئی۔ گھر والوں کے کہنے پر اس نے میدان سے پتھروں سے مصنوعی دیوار بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اسی وقت میدان کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچا تو حسب معمول اس نے جھونپڑی سے آگ کو نکلتا ہوا دیکھا۔

''آج تو اتنی سردی بھی نہیں ہے اور وہ شخص آج بھی آگ تاپ رہا ہے؟'' اس کے اندر ایک تجسس نے جنم لیا۔ کچھ دیر وہ یونہی کھڑا سوچتا رہا اور پھر اس جھونپڑی میں جا کر حقیقت معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جیسے ہی وہ جھونپڑی کے پاس گیا تو اندر سے کچھ بڑبڑانے کی آواز آئی۔ پہلے تو وہ ان لفظوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب کچھ سمجھ نہ آیا اور تجسس حد سے بڑھ گیا تو وہ بنا

سوچے سمجھے اس گاؤں کی رِیت کو توڑ کر اس جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اندر داخل ہونے کی دیر تھی کہ اس کی آنکھوں کے پپوٹے باہر آگئے۔ اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح کپکپانے لگے۔ پسینے کی بوندیں تیزی کے ساتھ زمین پر گرنے لگیں۔ وہاں سامنے آگ کے دہانے پر بیٹھا شخص کسی زاویے سے انسان نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس لمحے کو کوسنے لگا جس لمحے اس نے گاؤں کی رِیت کو توڑا تھا۔ اس نے پلٹنا چاہا مگر اس کے پاؤں زمین میں پیوست ہو چکے تھے۔ سامنے گدھے کے مشابہہ چار ٹانگوں والا جانور تھا جس کا دھڑ تو گدھے کی طرح تھا مگر سر کسی طور پر گدھے سے نہ ملتا تھا۔ کئی پٹیاں سر پر بندھی ہوئی تھیں اور وہ آنکھیں بند کئے لبوں کو مسلسل متحرک کئے ہوئے تھا۔

''کک کون ہو تم؟'' نعیم نے بمشکل پوچھا تھا جس پر اُس عفریت نے اپنی آنکھیں کھولیں تو دوسرا دھچکا اس کو لگا تھا۔ خون سے زیادہ سرخ آنکھیں اپنے اندر وحشت کا سمندر رلئے ہوئے تھیں۔ وہ کچا چبا جانے والی نظروں سے نعیم کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اِس پر حملہ کرتا نعیم وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ عفریت گھورتے ہوئے اس کو دیکھتی رہی اور دوبارہ اپنے جاپ میں مشغول ہوگئی۔

نعیم بھاگتا ہوا گاؤں کے مکھیا کے پاس گیا اور حالات سے آگاہ کیا۔ گاؤں کا مکھیا فوراً اپنے آدمیوں کے ساتھ اس چٹیل میدان کی طرف چل پڑا۔ جب سب وہاں پہنچے تو منظر ویسا کا ویسا تھا۔ معمولی سا بھی تغیر پیدا نہ ہوا تھا۔ مکھیا نے جھونپڑی اٹھائی تو سب کی آنکھیں جیسے باہر نکل آئیں۔ آدھے گدھے نمایہ عفریت شعلوں کو بھڑکائے جاپ میں مشغول تھی۔

''دیکھا مکھیا جی۔۔ میں نے کہا تھا ناں یہ کوئی جادوگر ہے جو ہمارے گاؤں کے سکون کو برباد کرنے آیا ہے۔'' یہ دیکھ کر مکھیا نے اپنے ملازموں کو آنکھ سے اشارہ کیا مگر کوئی بھی آگے بڑھنے کو تیار نہ تھا۔

''چلے جاؤ یہاں سے۔۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔۔'' اس نے خونخوار آنکھیں کھول کر کہا تو سب اپنی جگہ پر کسی پنڈولم کی طرح تھر تھر کانپنے لگے۔

''یہاں سے ہم نہیں بلکہ تم جاؤ گے۔۔ دفع ہو جاؤ ہمارے گاؤں سے۔۔ ورنہ ہم تمہیں مار دیں گے۔'' مکھیا نے کرخت لہجے کا سہارا لیا جس پر وہ عفریت ہیجانی کیفیت میں ہنسنے لگی۔

''تم مجھے مارو گے۔۔ مجھے۔۔۔'' اس کی ہنسی اس قدر بھیانک اور بھدی تھی کہ ان کے کان کے پردے پھٹنے لگے تھے۔ وہ اس کی ہنسی کو اب نہیں سن سکتے تھے۔ سب نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے مگر اس کی بھیانک ہنسی ان کی انگلیوں کے پوروں سے گزر کر سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ جب سب کچھ برداشت سے باہر ہونے لگا تو مکھیا نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو پانی کا ایک جگ پایا۔ اس نے بنا سوچے سمجھے وہ جگ اٹھایا اور جلتی آگ کو بجھا دیا۔ جس پر ایک غضب ناک چیخ فضا میں بلند ہوئی۔ وہ عفریت جو کسی قدر

گدھے سے مشابہہ تھی، خوفناک حد تک سیاہی میں ڈوب گئی۔ آسمان کے تیور بھی بدلنے لگے۔ صاف موسم یک دم بادلوں کی گرج سے گونج اٹھا۔

''یہ تم نے اچھا نہیں کیا مکھیا۔۔!!'' وہ آدھے گدھے نما عفریت کی آواز تھی۔ اس کی آواز میں انتہا کا درد تھا جبکہ آگ کی مانند دہکتی آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔

''میری مہینوں کی تپسیا کو برباد کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔۔۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔'' وہ شعلہ جنوں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو اس کا جسم واضح ہوا۔ وہ واقعی ایک گدھے سے مشابہہ جسم کا مالک تھا۔ اگلے ہی لمحہ اس کے سر کی پٹیاں کھلتی چلی گئیں اور اس کا جلا ہوا ممی نما سر واضح ہو گیا۔ سب اس کی خوفناک شکل کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

''اب تم سب مرو گے۔۔۔ تم سب۔۔'' وہ ہولناک آواز میں گویا ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی سب جھونپڑی سے باہر کی طرف بھاگے۔ مکھیا بھی ان کے ساتھ تھا مگر جب موت پیچھے پڑ جائے تو اتنی جلدی جان کہاں چھوٹتی ہے؟ مکھیا بھاگتے ہوئے ایک پتھر سے جا ٹکرایا اور اوندھے منہ زمین پر آ گرا۔ اس کے کارندے اس کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو وہاں وہ آدھا گدھا آموجود ہوا۔ جس پر وہ اسے اٹھانے کی بجائے اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے کھسک گئے۔

''اب تمہارا آخری وقت آ چکا ہے مکھیا۔۔!!'' وہ انتہائی کرخت آواز تھی۔ مکھیا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کا کلیجہ حلق کو آن پہنچا۔ وہ دھیرے دھیرے اس کے قریب آ رہا تھا۔ اس کی شعلہ اگلتی نگاہیں اسے کچا چبانے کے لئے بے تاب تھیں۔

''مجھے چھوڑ دو۔۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔۔'' وہ اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگا مگر عفریت کو اس پر رحم نہ آیا اپنی خونخوار آنکھوں سے ایسا گھورا کے مکھیا کی آنکھوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ وہ چیختا چلاتا رہا، مدد کے لئے پکارتا مگر کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔ یہ عفریت مکھیا کے اس کرب کو دیکھ کر ہیجانی کیفیت میں ہنستی رہی۔ چند لمحوں بعد مکھیا کا جسم بے سود پڑا تھا۔ ایک شیطانی مسکراہٹ اس عفریت کے چہرے پر ابھری اور سامنے ان نقوش کی طرف دیکھا جہاں سے گاؤں والے ابھی گئے تھے

''کوئی نہیں بچے گا اس گاؤں میں۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔۔'' اس نے گھورتے ہوئے کہا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ عفریت ہوا میں کہیں غائب ہو گئی مگر مکھیا کا جسم وہیں پڑا رہا۔ صبح جب گاؤں والے اس چٹیل میدان میں آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مکھیا کا جسم سوکھ کر خشک ہو چکا تھا۔ گوشت پوست کہیں غائب ہو گیا۔ فقط ہڈیاں تھی جو دیکھنے میں برسوں پرانی لگتی تھیں۔ چہرے کے نقوش بھی غائب ہو چکے تھے اور دھڑ اس کی تو حالت ناقابل بیان تھی۔ اس کا دھڑ کسی گدھے سے مشابہ تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مکمل گدھے میں تبدیل ہو گیا بس سر تھا جو کسی انسان کا دکھائی دے رہا تھا۔ عورتیں تو یہ دیکھ کر غشی کھا کر گر گئیں۔ سب کے دل بری طرح دہل گئے۔ نعیم تو جیسے ہکا بکا رہ گیا۔ اس کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔

''وہ اب کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ کسی کو نہیں۔۔۔'' وہ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ سب اس کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ کوئی بھی اس واقعے پر یقین کرنے سے نالاں تھا۔ مکھیا کے کارندے تو یہ دیکھ کر گاؤں چھوڑ کر ہی بھاگ گئے۔ اس لئے کوئی اس کی تصدیق کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ وہ جھونپڑی بھی اپنی جگہ سے غائب تھی۔ غرض سب نے اس کی باتوں کو دقیانوسی قرار دیا۔ مکھیا کی سکڑتی لاش کو اٹھا کر کفن دفن کا انتظام کیا گیا۔ رات گئے تک پورے گاؤں میں سوگ کا سماں رہا۔ سب مکھیا کی اس پر اسرار موت کو معمہ جاننے کی جستجو میں تھے کہ دفعتہ چٹیل میدان سے دھویں کا ایسا بادل اٹھا جس نے رات کو مزید سیاہ بنا دیا۔ تمام گاؤں والے اس دھویں کی طرف متوجہ ہوئے تو انہیں سوائے اندھیرے کے کچھ دیکھائی نہ دیا۔ یہ اندھیرا اب ان کی آنکھوں میں اترنے لگا تھا۔ ہر شے مبہم سی دیکھائی دینے لگی۔

''یہ دھواں تو آنکھوں میں چبھ رہا ہے۔'' یہ شہباز کی آواز تھی۔ جو مکھیا کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔

''یہ دھواں اٹھ کہاں سے رہا ہے؟ اور کس چیز کا دھواں ہے یہ؟'' شہباز کی بیوی نے استفسار کیا تھا

''کوئی جا کر اس دھویں کو ختم کرے۔۔'' ایک بزرگ کی آواز آئی تھی

''یہ دھواں اب کبھی ختم نہیں ہو گا۔ کبھی نہیں۔۔'' ایک وجود اس دھویں میں دور کوئی ظاہر ہوا تھا اور ساتھ ہی ایک شیطانی ہنسی گونجی۔ سب اپنی آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ کر اس ہیولے کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے جو کسی جانور کے ہیولے سے مشابہہ تھا۔ سب کے قدم اس ہیولے کی طرف بڑھنے لگے۔ ان میں نعیم بھی شامل تھا۔ شیطانی ہنسی میں اضافہ ہوتا گیا۔

''کون ہو تم؟ اور یہ دھواں کیسا ہے؟'' شہباز نے سوال داغا تھا

''یہ اس تپسیا کا دھواں ہے جسے کل رات تمہارے باپ نے بجھا دیا تھا۔'' آواز میں اس قدر رعب تھا کہ سب کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ اب کسی میں بھی آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

''یہی ہے وہ آدھا گدھا جس نے مکھیا جی کا قتل کیا ہے۔'' نعیم دھاڑا۔

''اسے تو میں چھوڑوں گا نہیں۔۔'' اپنے باپ کے قاتل کو سامنے دیکھ کر شہباز کا خون کھول اٹھا۔ اس قاتل کا صفایا کرنے کے لئے آگے بڑھا تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اوپر کی سانسیں اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئیں۔ ہاتھ سے خنجر نیچے گر گیا۔ اس کا روم روم بری طرح کپکپانے لگا۔

''بھبھ بھوت۔۔'' وہ بری طرح چیخا تھا۔ جس کی آواز سن کر سب اس کی طرف لپکے۔ شیطانی قہقہ بدستور فضا میں گونج رہا تھا۔

''تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔۔۔'' یہ کہتے ہی اس عفریت نے نعیم پر نگاہ دوڑائی تو اس کی آنکھوں سے بھی خون نکلنے لگا اور

اس کی دل دہلا دینے والی چیخ سے پورا گاؤں لرز اٹھا۔

''تم سب مرو گے۔۔ کوئی نہیں بچے گا۔۔''اس نے دوبارہ کہا تو ہر طرف دوڑ لگ گئی۔ ہر وجود اپنی جان بچانے کے در پر تھا اور وہ عفریت ایک کے بعد ایک شخص کو گھورتی اور اس کا خون چوس لیتی۔ ایک لمحے میں ہی وہاں لاشوں کے ڈھیر لگ گیا۔

''شہباز۔۔ کچھ کرو۔۔ ورنہ یہ سب کو مار ڈالے گا آدھا گدھا۔۔''

''میرے ہوتے ہوئے ایسا کبھی نہیں ہو گا۔''ایک نوجوان بائیک پر وہاں آیا تھا۔ اس کی سیاہ جیکٹ اور پینٹ، اس سیاہ رات میں بھی ایک عجیب سی چمک اپنے اندر سموئے ہوئے تھی۔ سب نے اس اجنبی کی طرف حسرت کے ساتھ دیکھا تھا۔ جو ایک جست لگا کر بائیک سے اترا اور اپنے چہرے سے عینک کو اتارا تو نین نقش واضح ہو گئے۔

''مجھے معاف کر دیجیے گا۔۔ آنے میں دیر ہو گئی مگر اب مزید کوئی لاش نہیں گرے گی اس گاؤں میں۔۔''اس اجنبی نے دلاسا دیا تھا

''لوٹ جاؤ تم۔۔ ورنہ ان کے ساتھ تم بھی مرو گے۔۔''اس عفریت نے غراتے ہوئے کہا

''لوٹ کر تو تم جاؤ گے اور وہ بھی اس دنیا سے۔۔۔''وہ اب اس عفریت سے مخاطب تھا۔ جس پر ایک بار پھر شیطانی قہقہہ گونجا

''کتنا برا ہنستے ہو تم مگر افسوس تمہارے ہنسنے کے دن اب ختم ہو چکے ہیں۔۔''یہ کہتے ہی اس نے پیچھے پینٹ میں اڑیسا ایک پسٹل نکالا اور سیدھا نشانہ اس عفریت کو بنایا۔ وہ بلٹ سیدھا اس عفریت کے سر میں جا کر لگی تھی۔

''لگتا ہے اس بار زیادہ تنگ و دو نہیں کرنی پڑی۔۔''اس نوجوان نے ایک مسکراہٹ کو اپنے لبوں پر ابھارا مگر یہ مسکراہٹ لمحہ بھر کی تھی۔ وہ بلٹ اُس کے جسم میں دھنس گئی اور ایک بار پھر شیطانی قہقہہ گونجا۔

''تم کیا سمجھے تھے کہ ان انسانوں کے کھلونوں سے میرا صفایا کر دو گے؟''اس نے طنزیہ کہا تھا

''یہ نظر آنے میں انسانی پسٹل کی طرح ہے مگر اس کے اندر جو بلٹ تھی وہ عام نہیں تھی۔ اس سے تم جیسے شیطانوں کا صفایا کیا جاتا ہے۔''یہ کہتے ہی اس نے پے در پے کئی وار کئے اور اس کے سر میں کئی سوراخ کر ڈالے۔ اگلے ہی لمحے وہ عفریت اس کے آگے کسی تیزاب میں جھلسے ہوئے آدمی کی طرح تڑپنے لگی تھی۔

''کہا تھا ناں۔۔ جاؤ گے تو تم اور وہ بھی اس دنیا سے۔۔''یہ کہتے ہی اس نے جیکٹ سے ایک شیشی نکالی

''کک کون ہو تم؟''وہ عفریت تڑپتے ہوئے گویا ہوئی تھی

''ہمم۔۔ ہر بار میں اپنا تعارف کرواتا ہوں، اس بار تم بتاؤ، کون ہو تم اور کیا چاہ لے کر تم اس گاؤں میں آئے تھے؟''اس

نے شیشی کو ذرا بند ہی رکھا اور آگے بڑھ کر گھورتی آنکھوں سے پوچھا۔

''میں انس و حیواں کے درمیاں ایک کڑی ہوں۔ میرے باپ نے کئی چاپ کاٹنے کے بعد جانوروں سے بات کرنے کی شکتی حاصل کی تھی لیکن اس سے ایک بھول ہوگئی۔ آخری چاپ میں وہ جلد بازی کر گیا اور اس کی سزا مجھے اس روپ میں ملی۔ میری ماں مجھے چاپ کے پاس لئے بیٹھی تھی۔ میرا جسم اسی وقت گدھے کے جسم میں تبدیل ہو گیا اور چہرہ کسی جلی ہوئی ممی میں۔ اب جب میں اپنے چاپ کے ذریعے دوبارہ انسان بننے جا رہا تھا تو مکھیا نے میرے چاپ میں مداخلت کی اور میرے انسان بننے کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔'' وہ آخری سانس لیتے ہوئے بھی اپنے لہجے میں بدلے کا عنصر سموئے ہوئے تھا

''سن کر افسوس ہوا۔۔۔ لیکن تمہارا زندہ رہنا، اس گاؤں والوں کے لئے خطرے کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے تمہیں تو قید ہونا ہی ہو گا۔'' یہ کہتے ہی اس نے شیشی کھولی تو وہ عفریب دھویں میں تبدیل ہو کر خود بخود اس شیشی میں قید ہوتی چلی گئی۔

عفریت کو قید کرنے کے بعد اس نے شیشی دوبارہ پچھلی سائیڈ پر جیب میں اڑیس دی اور ہاتھ جھاڑتا ہوا پلٹا تو چہرے پر پہلے کی سی مسکراہٹ تھی۔

''کون ہو تم اجنبی؟'' ایک شخص آگے بڑھا

''ظلمت کے اندھیروں میں

امن کا ایک سفیر

کہتے ہیں لوگ مجھ کو

ایم اے توقیر۔۔۔!!!'' یہ کہتے ہی وہ اپنی بائیک کی طرف چل دیا اور ایک بار پھر فضا میں دھواں ابھرا مگر یہ دھواں بائیک کا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیریز کی اگلی کہانی خونی مچھلیاں پڑھنا مت بھولیے گا

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔